نہیں تو کیا ہیں؟ ﴿قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک ...... وتعز من تشآء وتذل من تشآء بیدک الخیر ...... ﴾ [آل عمرن ٢٦] اور " ولا ینفع ذاالجد منک الجد " اور "اللھم إنی أعوذبک من أرذل العمر ومن فتنة الدنیا ...... " وغیرہ دعاؤں سے شرع متین میں ایک مسلمان کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ معزز اوصاف اختیار کریں، کوشش کریں اور ذلت ورسوائی کو مقدر کرنے والے اوصاف سے بچاؤ کریں۔

اگر ایک مسلمان لوگوں کی نظر میں قابل قبول ہوجاتا ہے تو اور ہمیں کیا چاہیے؟ کیا اسے ذلیل اور خوار ہونا چاہیے!! دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو کہ منجملہ غیبیات میں سے ہے۔ ﴿قل لا یعلم من فی السمٰوات والأرض الغیب إلا اللہ ...... ﴾ [النمل ٦٥] کہ کس کے دل میں کس کس قسم کی نیت اور ارادے ہیں، اس پر ہمارا لب کشائی کرنا کہیں ﴿لاتقف مالیس لک بہ علم ﴾ [الاسراء ٣٦] کے زمرے میں نہ آتا ہو۔

اس امر میں کوئی تنازعہ نہیں کہ قرآن وحدیث پڑھانے میں بڑا لطف اور شرینی ہے۔ مگر یہ کوئی اختلافی مسئلہ ہی نہیں۔ لیکن جب ہمیں عصری علوم پڑھنے یا امتزاج کرنے پر اعتراض ہے تو ہمیں یہ اصول تسلیم کرنا پڑے گا کہ حصولِ منصبِ شیخ القرآن والحدیث فرض عین ہے یا کفایہ؟ اگر فرض عین ہے تو زمیندار، کسان، دفاتر کے ملازمین، ورکشاپ کے ماہرین، انجینئر، بڑھئی، معمار، دوکاندار ودیگر افراد کو گنہگاروں کی صف میں کھڑا کریں گے یا کیا کریں گے؟ اگر ان سب کو مدارس میں آنے پر مجبور کیا جائے تو دنیا کا نظام کس طرح چلے گا؟ اور کیا یہ منشائے الٰہی بھی ہے؟ نیز مدارس کے فارغ تمام طلباء کا شیخ القرآن والحدیث، مدیر، مدرس وغیرہ بننا ممکن ہے؟ اور کسی بھی مدرسے کے تمام فارغ دینی مدارس میں تدریس وتعلیم کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں؟ یقیناً جواب نفی میں ہے ان سب کو اسی مدرسے میں ملازمت ملنا محال ہے۔

٭......٭٭٭......٭

قبر کی پکار

٭ عالی شان مکانات میں رہنے والو! قبر کا گڑھا مت بھولنا۔ ٭ عمدہ لباس کے خواہش مند! کفن کے چند گز ٹکڑے کو مت بھولنا۔ ٭ عمدہ غذا کھانے والو، ایک دن تم بھی کیڑوں کی غذا بنو گے۔

سنو میں تنہائی کا گھر ہوں، میں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہوں، میں نہایت تنگی اور وحشت کا گھر ہوں۔

لیکن نیکوکاروں کے لیے جنت کی پہلی منزل ہوں۔ (انتخاب: حبیب الرحمٰن طالب الاثر پبلک سکول غواڑی)

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا احمد حسن بلغاریؒ

۱۸۹۵ء----۱۹۸۸ء

عبدالرحیم روزی/محمود مفکر

شجرہ نسب اور خاندان: مولانا صاحب کا شجرہ نسب یہ ہے: احمد حسن بن محمد بن عبد السلام بن عبد الحکیم بن عبدالکریم از خاندانِ ملا چتو وا محلہ ژھوق موضع بلغار بلتستان ۔آپ کا والد حاجی محمد بہترین معالج اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کا پیش امام تھا۔جنہوں نے اپنے برادر نسبتی مولانا عبدالملک بن مولانا سلطان علی اور مولانا ابوعبداللہ عبدالصمد بن سودے علی مؤلف کتاب "منہاج الائمۃ" سے متأثر ہوکر مسلک اہلحدیث قبول کیا اور کہا کہ میں حج کرنے جاؤں گا، اگر وہاں پر بھی یہ مسلک پایا گیا تو عین الیقین حاصل ہوجائے گا۔ چنانچہ مبلغ تین صد روپے خرچ کر کے حج کی سعادت حاصل کی اور دیار مصطفی ﷺ میں عمل بالحدیث کا منظر دیکھا تو اہلحدیث کے ساتھ وارفتگی وشیفتگی دوچند ہوگئی۔ایسا کیوں نہ ہوان کے تمام تر اعمال وعبادات کلیات وجزئیات سب میں مشعل راہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہے۔اوران کا کوئی عمل ایسانہیں ہے جس پر دلیل نہ ہو یا کتاب وسنت سے مأخوذ ضابطہ اخلاق سے باہر ہو۔

ولادت: مولانا احمد حسن بمقام ژھوق بلغار ۱۸۹۵ء بموافق ۱۳۱۶ھ کو پیدا ہوئے۔آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔آپ کے بھائی عبدالشکور اور عبدالسلام دونوں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوچکے ہیں۔

حصول علم: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا عبدالملک سے حاصل کی۔پھران کے ایماپر مولانا عبدالصمد کے حلقہ درس میں کریما، پندنامہ، گلستان، بوستان اور سکندرنامہ فارسی اخلاق وآداب کی کتابیں پڑھیں۔قواعد عربیہ میں صرف میر، نحو میر، کافیہ اور شافیہ پڑھا۔کتب حدیث میں سنن ابی داؤد تک پڑھا۔اس کے بعد غواڑی دارالحدیث تشریف لاکر مولانا محمد موسیٰ بانی دارالعلوم سے مزید کتب تفسیر وحدیث پڑھیں۔ان کی وفات پر حضرۃ العلام حافظ کریم بخش سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس لیا۔اصول وعقائد، فقہ، معانی وبیان، ادب وغیرہ فنون بھی انہیں سے حاصل کیے۔کئی سال بعد ان سے ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء میں سند اجازت حاصل کی۔دورانِ تعلیم کیریس سے مناظر اسلام، قامع شرک وبدعت، محی السنۃ سید ابوالحسن کیریسی تشریف لائے اور طلباء سے امتحان لیا۔

مولانا احمد حسن صاحب نے تعلیم اول تا آخر بلتستان ہی میں حاصل کی۔ اور ہندوستان تو کجا پنجاب جانے کا بھی موقع نہیں ملا۔ راقم حیرت زدہ ہے کہ اس کے باوجود مولانا موصوف ایک قد آور علمی شخصیت تھے، اور قضاء وافتاء کی نازک ذمہ داری خوب نبھاتے تھے۔ جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

خدمات ومناصب: مولانا احمد حسن صاحب علمی تفوق، فطری ذہانت وفطانت اور بیدار مغزی میں غیر معمولی نعمتِ الٰہی سے مالا مال تھے۔ انہی اوصاف وکمالات نے آپ کو درج ذیل خدمات بجالانے پر آمادہ کیا:

ا۔ **وعظ وخطابت:** موصوف نہایت عمدہ واعظ تھے۔ آپ انجمن اسلامیہ بلتستان کے تمام جلسوں میں شرکت فرماتے۔ پیرانہ سالی کے باوجود موضع کھرفق بلتستان میں منعقد تبلیغی جلسے میں دلنشین تقریر فرمائی۔ جب موضع بلغار کی بڑی جامع مسجد کی راہ میں نالہ تھلے بھر کر حائل ہونے لگا تو محلہ ژھوق میں جمعہ قائم کر کے وہاں خطبہ دینے لگے، اور معتد بہ تعداد آنے لگی تو مستقلاً یہاں خطبہ دیتے رہے، جو کم وبیش ۴۳ برس پر محیط ہے۔

۲۔ **قاضی ومفتی:** تقسیم ملک کے بعد جماعت اہلحدیث بلغار کی جانب سے آپ کو قضاء وافتاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چنانچہ آپ نے بے شمار شرعی فیصلے صادر کیے اور مدلل علمی فتاویٰ جاری فرمائے۔ آپ موضع بلغار وڈغونی میں موجود تینوں مسالک کے مسلّمہ قاضی تھے۔

۳۔ **درس وتدریس:** آپ نے تقسیم ملک سے قبل اپنے مکان میں درس وتدریس کا سلسلہ مبارکہ فی سبیل اللہ شروع کر دیا تھا۔ آپ باصلاحیت عالم وفاضل تھے، لہٰذا آپ کے حلقہ درس میں شگر تا چھوربٹ کے طلباء حاضر ہوتے اور علمی تشنگی بجھاتے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالغفور تیا کشی، مولانا روزی محمد چھوربٹی، سید محمد شاہ کھرکوی، مولانا بشیر کاشفی بلغاری، مفتی عبدالقادر یوگوی، مولانا عبدالخالق قمر غواڑوی، مولانا محمد فاروق بلغاری، مولانا نذیر حسین بلغاری، مولانا مہدی حسن بلغاری، مولانا امین ڈغونی، مولانا ملا علی بلغاری، حاجی عبدالکریم سابق ڈائریکٹر محکمہ زراعت، مولانا عبدالقادر رحمانی وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے مفتی مولانا عبدالقادر ابراہیم وغیرہ بعض طلباء نے مدرسہ غواڑی میں آپ سے بسا اوقات درس لیا۔

آپ اپنے استاذ مولانا کریم بخش کے ہم عمر تھے، اسی حوالے سے قدرے بے تکلف بھی تھی۔ مولانا ندویؒ آپ کا ذکر کلاس میں بکثرت کیا کرتے تھے۔ اور کاکا (بڑا بھائی) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ استاد جی نے ایک دفعہ کا واقعہ سنایا کہ موضع بلغار میں حضرۃ الاستاد مفتی کریم بخش کے ساتھ کہیں دعوت پر جا رہے تھے کہ کاکا مولانا احمد حسن صاحب سے ملاقات

ہوئی۔مولانا کریم بخش سے سلام کلام کے بعد مجھے مخاطب کر کے یہ سؤال داغا کہ عبدالرشید! "احمقِ العربَ" کیوں ہے؟ میں نے یہ علمی پہیلی پہلی بار سنی تھی، میں تو بھونچکارہ گیا اور نفی میں جواب دیا۔اور ہم آگے نکل گیئے۔مگر مولانا کریم بخش صاحب مسلسل سوچ میں پڑ گیئے اور کافی آگے چل کر اچانک مجھ سے فرمانے لگے''عبدالرشید! کیا تم نے مولانا احمد صاحب کی داغی ہوئی پہیلی کو بوجھا؟ میں نے نفی میں سر ہلایا۔آپ نے کہا کہ مولانا احمد صاحب نے سؤال آپ سے نہیں مجھ سے کیا ہے۔میں نے اِس معمے پر بہت غور وفکر کیا تو سمجھ میں آیا کہ دراصل" یا احمدُ قِ العربَ" ہے یعنی''اے احمد عرب کو بچالے'' قاعدہ معروف کے مطابق منادی میں ترخیم کی گئی اور حرف نداء کو حذف کیا گیا تو" احمقِ العربَ" ہوگیا۔ العربَ فعل امر''قِ'' کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے،مگر بظاہر مضاف الیہ ہونے کے باوجود منصوب ہے اور یہیں سے اشکال پیدا ہوا ہے۔

مولانا احمد حسن کو حاجی خلیل الرحمٰن ناظم ومہتمم دارالعلوم نے سابق مہتمم وصدرالمدرسین حافظ کریم بخش کی وفات کے فوراً بعد بطور شیخ الحدیث یہاں آنے کی دعوت دی تو آپ نے اپنے دولت خانے میں بلامعاوضہ تدریسی فرائض کی انجام دہی کو مناسب سمجھا اور غواڑی آنے سے بکمال ادب معذرت کردی۔مولانا صاحب اگر چہ دارالعلوم تشریف نہ لائے لیکن جب بھی جماعت کو ضرورت ہوتی تو لبیک کہتے ہوئے تشریف لاتے اور جلسوں میں شرکت فرماتے۔کسی وقت آپ اور حاجی عبدالرحمٰن مکی انجمن اسلامیہ بلتستان کی طرف سے مضاربت کی بنیاد پر کاروبار کرتے تھے۔صدر انجمن مولانا کریم بخش کے زیر صدارت مؤرخہ ۱۰/۴/۱۹۵۵ء کو منعقدہ اجلاس میں آپ دونوں سے حساب لینے کے لیے مولانا حاجی خلیل الرحمٰن اور مولانا عبداللہ غازی کوئیسی کو مقرر کیا گیا تھا۔اس اجلاس میں ۲۲ علماء وسرکردگان اور صاحب ثروت حضرات شریک ہوئے تھے۔۱۹۷۳ء میں مستقل مدرسے کی بنیاد رکھی۔اب یہ مدرسہ جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کے زیر انتظام ہے۔آپ کے تدریسی خدمات کا دورانیہ کم وبیش ۴۳ برس ہے۔

حاجی خلیل الرحمٰنؒ نے موصوف کو بلتستان میں درس توحید کے دور سادس کے علماء میں شمار کیا ہے۔[ادوار ستہ ص۱۲]

حلیہ واوصاف: مولانا موصوف کے خدوخال اس طرح تھے: بلند وبالا قد کاٹھ، گندمی، تابناک چہرہ، چھوٹی آنکھیں، بوجہ پیری جھکی کمر، داڑھی لمبی، اور سفید۔خوش اخلاقی، خوش کلامی، تواضع وانکساری، تقوی وپرہیزگاری، شب زندہ داری آپ کی سیرت وکردار کے لازمی حصے تھے۔مولانا صاحب عنفوانِ شباب میں باڈی کے لحاظ سے مضبوط اعصاب، کڑیل